بنام خداوند جان و خرد کزیں برتر اندیشہ بر نگزرد

﴿نهج البلاغه ایك اهم عرفانی مأخذ﴾

پروفیسر عراق رضا زیدی، جامعه ملیه اسلامیه، نئی دهلی. ۲۵

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بنوں سے پیار ہوگا

اقبال کے اس شعر میں تصوف وعرفان کی نصف تشریح مل جاتی ہے اور نصف شروعات کے الفاظ میں پنہاں رہ جاتی ہے۔ یعنی خدا کا عشق اور اس کے بندوں سے پیار ''اصل تصوف وعرفان ہے'' عرفانی ادب میں جداگانہ مضامین پر نظم ونثر میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اسی ذیل میں سب سے اہم صورت ''ملفوظاتی'' ادب کی شکل میں نمودار ہوئی۔ ملفوظاتی ادب کے ارتقا میں خشت اول یا پہلی کتاب کی صورت میں نہج البلاغہ کا ہی نام لیا جا سکتا ہے۔ دراصل قرآن ملفوظات خدا ہے، احادیث ملفوظات پیغمبرؐ ہیں قرآن واحادیث کے بعد نہج البلاغہ ہی وہ کتاب ہے جس میں سرچشمۂ عرفان مولائے متقیان حضرت علیؑ کے ملفوظات ومخطوطات ہیں۔ لہذا فلسفہ ادراک کے لیے ضروری ہے کہ ''نہج البلاغہ'' کا عمیق مطالعہ کیا جائے۔ ابھی تک عرفان کے موضوع پر جو بھی کتابیں سامنے آئی ہیں ان میں سے کسی میں بھی اس اہم کتاب سے فیض نہیں اٹھایا گیا ہے۔ جب کہ اس کتاب کے مصنف حضرت علیؑ کو سبھی سلسلے سرچشمہ ولایت تسلیم کرتے ہیں صرف ایک سلسلہ ہی اپنی شناخت کسی دوسری جگہ سے بنائے ہوئے ہے اسی لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس ایک سلسلے کے علاوہ تمام عرفانی سلسلے مولا علیؑ کی ذات تک پہنچتے ہیں لہذا ضرورت اس بات کی تھی کہ مولا علیؑ کے کردار کے علاوہ ان کے اقوال میں بھی فلسفہ تصوف وعرفان کو تلاش کیا جاتا۔ اسلام میں کلام خدا اور رسول ہر اسلامی فکر وخیال اور مسلک کا منبع ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ حضرت علیؑ کی ولایت کے سلسلے میں بھی انہیں دونوں اہم مآخذ کو دلیل مانا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ مائدہ کی ۵۵ویں آیت: ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْن''۔

ترجمہ: (اے ایمان والو) تمہارے مالک سرپرست (ولی) تو بس یہی ہیں۔ خدا اور اس کا رسول اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دینے والے حضرت علیؑ ہی تھے۔ اسی بنا پر یہ آیت ولایت مولا علیؑ کی دلیل بتائی گئی ہے اور

احادیث میں بھی برابر اس بات کو دہرایا گیا ہے۔ یہاں صرف ایک مشہور و معروف حدیث جو غدیر کے نام سے مشہور ہے بطور حوالہ پیش کی جاتی ہے جسے حضورؐ نے ایک لاکھ سے زیادہ حاجیوں کے مجمع میں اعلانیہ طور پر فرمایا تھا: ''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ''۔

لہذا فلسفہ عرفان کو سمجھنے کے لیے بھی قرآن و حدیث اور اقوال حضرت علیؑ کا سہارا لینا چاہئے عرفان و تصوف پر کام کرنے والے دانشوران نے قرآن مجید اور احادیث رسولؐ سے استنباط کیا ہے لیکن ''نہج البلاغہ'' کو یکسر قابل استنباط نہیں سمجھا جب کہ یہ کتاب قرآن و احادیث کی تشریح ہے۔

حضرت علیؑ کے اقوال و افکار زریں کے فوائد و اثرات تحریری و خبری دونوں طرح سے ہم تک پہنچتے ہیں۔ تحریری شکل میں وہ خطوط ہیں جو آپ نے اپنے حریفوں، دشمنوں، دوستوں اور دور خلافت ظاہرہ میں اپنے عمالوں کے نام لکھے ہیں یہ وہ تحریریں ہیں جو بقلم حضرت علیؑ ہم تک پہنچتے ہیں۔ دوسرے وہ تحریریں اور دعائیں ہیں جو اکثر صحابۂ کرام اور تابعین نے دوران خطابت و مناجات تحریر کی تھیں۔ خلیل نے اپنی کتاب میں ایسے کئی واقعات نقل کئے ہیں اس ذیل میں ایک واقعہ مالک اشتر کا بھی تحریر کیا گیا ہے:

> ''مالک اشتر به حارث اعور همدانی خود فقیه و از صاحبان اسرار علی است. روزی که غائب از استماع خطبۂ جمعه امام بود. نوشتهٔ آن را می داد که من آن را نوشته ام''.

ترجمہ: ایک مرتبہ حارث (جو فقیہ تھے) خطبہ جمعہ میں حاضر نہ تھے تو مالک اشتر نے حضرت سے سنکر لکھا ہوا خطبہ حارث کو دیا کہ لیجئے میں نے لکھا ہے۔

اسی طرح دعائیں اور مناجات بھی سینہ بہ سینہ ہوتی ہوئی تحریری شکل میں آتی چلی گئیں ان میں دعائے کمیل، دعائے مشلول، دعائے یستشیر اور دعائے حضرت علیؑ وغیرہ اپنی مثال آپ ہیں۔ حضرت علیؑ کے خطوط و خطبات کو جمع کرنے کا کام سید رضیؒ نے خاصی تلاش و جستجو اور تحقیق کے بعد بہ حسن و خوبی انجام دیا ہے جن کی ولادت ۳۵۹ھ میں اور وفات ۴۰۶ھ میں ۴۷ سال کی عمر میں ہوئی۔ گویا آپ کی ولادت حضرت علیؑ کی شہادت کے ۳۱۹ سال بعد ہوتی ہے ان ساڑھے تین سو سال کے عرصہ میں بھی یکے بعد دیگرے ایک طویل سلسلہ ہے جو ان تمام اقوال، تحریر اور خطبوں کا مؤلف و مرتب تک پہنچتا ہے۔ ان میں پہلی صدی ہجری میں حارث اعور، مالک اشتر، زید بن وہب جہنی متوفی ۹۶ھ اور عبداللہ بن رافع ہیں۔ تو دوسری صدی ہجری میں نصر بن محمد مزاحم، اسماعیل بن مہران مسکون، ابومنذر ہشام بن محمد کلبی متوفی ۱۴۷ھ اور

ابو مخنف لوط بن یحییٰ کے نام ملتے ہیں تو تیسری صدی ہجری میں محمد بن عمر قدسی متوفی ۲۰۷ھ ابو محمد سعدہ بن صدقہ مہدی کے محترم نام شامل ہیں جن میں آخری نام اپنا ایک الگ معتبر سلسلہ ہے جو براہ راست مولا علیؑ تک پہنچتا ہے۔ چوتھی صدی ہجری خود سید رضیؒ کی صدی ہے۔ اس میں ابوالقاسم محمد عظیم بن عبداللہ حسنی، عبدالعزیز بن یحییٰ متوفی ۳۳۰ھ، ابوالخیر درازی، ابراہیم بن سلیمان ہاشمی، عبداللہ بن ابی زید انباری، قاضی بن سلامہ مؤلف ''دستور معالم الحکم'' اور علی بن محمد بن عبد اللہ مدائنی کے نام لائق ذکر ہیں۔ اسی زمانے میں مسعودی متوفی ۳۴۶ھ نے تحریر کیا ہے:

وَالَّذِیْ حَفِظَهُ النَّاسَ عَنْهُ منْ خُطْبَةٍ فِیْ سَائِرِ مَقَامَاتِهِ اَرْبَعُمأة خُطْبَةٍ وَنِیفٍ وَ ثَمَانُونَ خُطْبَةً یُّورِدَیَا عَلَى الْبَدِیهَةِ تَدَاوِلُ النَّاسَ ذَالِکَ عَنْهُ قَوْلًا وَّ عَمَلًا''.

ترجمہ: ان میں سے جو خطبے لوگوں کو یاد رہ گئے وہ چار سو اسی سے کچھ زیادہ ہیں جنہیں حضرت علیؑ بدیہی اور ارتجالی طور پر دیتے تھے، یہ خطبے لوگوں میں قول و عمل کے طور پر رائج ہیں۔

تذکروں میں یہ بھی ملتا ہے کہ اکثر اصحاب کلام خدا اور احادیث رسول کی طرز پر زبان و بیان پر تسلط و قدرت حاصل کرنے کے لیے بھی حضرت علیؑ کے خطبوں اور ارشادات کو یاد کرلیا کرتے تھے چنانچہ عربی ادب کا ایک بڑا ادیب عبد الحمید بن یحییٰ متوفی ۱۳۲ھ کہا کرتا تھا:

''حَفِظْتُ سَبْعِیْنَ خُطْبَةٍ مِّنْ خُطَبِ الْاَصْلَحَ فَفَاضَتْ ثُمَّ فَاضَتْ''۔ ترجمہ: میں نے امیرالمومنین کے ستر خطبے یاد کئے کہ ادب میں روانی آئی اور ایسی کہ......اور اسی کتاب میں ابن نباتہ متوفی ۳۷۴ھ کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے:

''حَفِظْتُ مِنَ الْخِطَابَةِ کَنْزًا لَا یُرِیْدُهُ الَانْفَاق اِلَّا سَعَةً کَنْزَةً حِفِظْتُ مَأةَ فَصْلٍ مِّن مَّوَاعِظِ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِب''۔

ترجمہ: میں نے تقریروں کا وہ خزانہ حفظ کیا ہے کہ جس کا استعمال اس میں اضافہ ہی کر رہا ہے اور وہ خزانہ علیؑ کے یاد کردہ سو خطبے ہیں۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ سید رضیؒ کے دور تک برابر نہج البلاغہ میں درج خطوط، خطبے اور ارشادات اکثر لوگ زبانی یاد کر کے بھی دوسروں تک پہنچاتے تھے اور تحریری طور پر بھی ایک دوسرے کو ودیعت کرتے تھے۔

کیونکہ تصوف و عرفان کے زیادہ تر سلسلے حضرت علیؑ پر منتہی ہوتے ہیں لہذا زیادہ مناسب یہی ہے کہ اسلامی عرفان و تصوف کے آثار و ارکان نہج البلاغہ اور مانجات و دعاؤں میں تلاش کیے جائیں جن مفکرین نے نہج البلاغہ اور حضرت علیؑ کی دعاؤں سے ہٹ کر اسلامی تصوف پر کام کیا ہے انہیں اسلامی عرفان میں بھی کہیں 'ویدانت' کے اثرات

دکھائی دیتے ہیں تو کہیں یونانی اور رہبانیت کے آثار نظر آتے ہیں۔ اے جے آربری کی تحقیق کے مطابق سر ولیم جون پہلا یوروپین ہے جس نے تصوف کو ویدانت کے زیر اثر بتایا ہے اور ۱۹۱۶ء میں ایک جرمن مفکر رچرڈ ہارٹمن نے بھی تصوف پر ہندوستانی اثرات کا راگ الاپا ہے تو انفرودوان کریمہ نے ۱۸۸۷ء میں اس بات کا دعوی کیا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں تصوف نے میسیحیت کا اثر قبول کیا۔ حالانکہ پروفیسر براؤن نے دانکریمر کی اس رائے پر بحث کرتے ہوئے اس نظریہ کی مکمل تردید کی ہے۔ اسی طرح ایک ڈچ اسکالر ڈوزی نے ۱۸۷۹ء میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تصوف ایرانیوں کی دین ہے اور فتح ایران سے قبل بھی ایران میں تصوف موجود تھا جس نے بعد میں اسلامی تصوف کی شکل اختیار کر لی گو کہ ضیاء احمد بدایونی نے اس نظریے کی وجہ بیان کرتے ہوئے تردید بھی کی ہے۔ عرفان اسلامی کی کڑیاں قرآن شریف کی آیات اور احادیث رسولؐ سے بھی جوڑی جاتی ہیں جو بالکل صحیح ہیں کسی طور بھی غلط نہیں ہیں۔ لیکن جب ایک دو سلسلے کے علاوہ تمام تصوف کے سلسلے حضرت علیؑ پر منتہی ہوتے ہیں تو عرفان وتصوف کے چشموں کو بھی ''باب شہر علم نبیؐ'' کے ہی کردار، گفتار، افعال، خطبات، دعا اور مناجات کے آئینہ میں دیکھنا زیادہ درست ہوگا۔ یوں بھی مولا علیؑ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہے جو سیرت نبی کا آئینہ نہ ہو اور نا ہی تمام زندگی کا کوئی ایسا جملہ آپ کی زبان سے ادا ہوا جو قرآنی آیات کے منافی ہو۔ اس لیے حضورؐ اکرم نے ارشاد فرمایا: ''عَلِیُ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ'' اس کے علاوہ مولا کے افعال کی پاکیزگی اور خدا پرستی کی گواہی اور کیا ہوگی کہ دشمنوں کی زبان پر ہی نہیں بلکہ بڑے خاندانی دشمن بادشاہ شام معاویہ بھی اس پاکیزہ کردار کا گواہ نظر آتا ہے جیسا کہ کتاب ''خلفائے راشدین'' ص ۲۴۶ پر تحریر ہے:

> امیر معاویہ کے اصرار پر ضرار اسلامی نے جو ان کے اوصاف بیان کئے ان کی خشیت الٰہی اور ترک دنیا کے بارے میں بتایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ان کو بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گذر چکی ہے ستارے ڈوب چکے ہیں اور اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ایسے مضطرب ہیں جیسے مارگزیدہ مضطرب ہوتا ہے اور اس حالت میں وہ غمزدہ آدمی کی طرح دوسرے کو دے۔ تو مجھ سے چھڑ چھاڑ کرتی ہے یا میری مشتاق ہوتی ہے۔ افسوس افسوس میں نے تجھ کو تین طلاقیں دے دی ہیں جس سے رجعت نہیں ہوسکتی تیری عمر کم اور تیرا مقصد حقیر ہے آواز اور راہ کم اور سفر دور دراز کا راستہ وحشت خیز ہے، یہ سن کر امیر معاویہ رو پڑے اور فرمایا خدا ابوالحسنؑ پر رحم کرے خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے''۔

تصوف کی تعریف پر نظر ڈالیں تو اس ذیل میں معروف کرخی جو امام رضاؑ سے بیعت ہیں فرماتے ہیں:

’’اَتَـصَـوَّفُ لِاَحَـدٍ بِـالْـحَـقَائِقِ وَالْبَاْسِ مِمَّا فِیْ اَیْدَیْ الْخَلایِقِ‘‘ ۔ترجمہ:تصوف حقائق کاحصول اور خلائق کے مال ومتاع سے یاس ہے۔

یہ تعریف نہج البلاغہ کے بہت سے کلمات سے ماخوذ ہے جن میں سے چند اس طرح ہیں:

اَلْمَالُ مآدَّۃُ الشَّھَوَاتِ:مال خواہشات کا سرچشمہ ہے۔

مَـنْ اَطَـاق الْاَمْـلِ اِسَـاءَ الاَعْـمَل : جوطولانی امیدیں رکھے، وہ اپنا کردار تباہ کردے گا۔ابوالحسن نوری فرماتے ہیں:

اَتَصَوَّفُ تَرْکِ کُلِّ حَظٍّ لِنَفْسٍ:نفسانی لذتوں کا ترک کردینا تصوف ہے۔

نہج البلاغہ میں ہے: فَـمَـنِ اشْتَاقَ اِلَی الْجَنَّۃِ سَلَاعَنِ الشَّھَوَاتْ : جوشخص جنت کا مشتاق ہوتا ہے وہ خواہشات سے الگ ہوجاتا ہے۔

مَـنْ حَـرَمَـتْ عَـلَیْـہِ نَـفْسَـہُ ھَانَتْ عَلَیـہِ شَھَوَاتُ ہ:جسے اپنا نفس معزز معلوم ہوگا خواہشات نفس اس کے لیے حقیر ہوں گے۔

ابوعمر دمشقی اس طرح رقم طراز ہیں: اَتَصَوَّفُ رُوْیَۃُ الْکَونَ بِعَینِ النَّقْصِ بَلْ مَحُضُ التَّصَرُّفِ عَنِ الْکَونِ.
تصوف نام ہے دنیا کی طرح نقص کی نگاہ سے دیکھنے کا بلکہ سرے سے نہ دیکھنے کا۔

نہج البلاغہ:فَمَنْ اَحَبَّ الدُّنْیَا وَ تَوَلَّاھَا اَبْغَضُ الْآخِرَۃِ وَ عَادَاھَا ۔جوآدمی دنیا کو چاہتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے وہ آخرت سے دشمنی رکھتا ہے۔

ایک دوسری جگہ ہے: طُوبیٰ لِزّاھِدِینَ فِی الدُّنْیَا الرَّاغِبِینَ فِی الْآخِرَۃِ ۔دنیا سے کنارہ کشوں اور آخرت سے رغبت رکھنے والوں کا کیا کہنا۔ مِثْلُ الّدُنْیَا کَمِثْلِ لِحَیَّۃٍ لَیِّنْ مَسْئُھَا: دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے۔

مندرجہ بالا چند وہ مثالیں ہیں جو اہل تصوف نے نہج البلاغہ سے اخذ کی ہیں ورنہ تصوف کی تمام تعریفیں نہج البلاغہ سے ماخوذ ہیں۔ یہاں خوف طوالت کے باعث ان سے گریز کرتے ہوئے نہج البلاغہ سے چند جملے تحریر کئے جاتے ہیں جن کا عکس ہر صوفی کے اقوال میں دیکھا جا سکتا ہے۔حضرت علیؑ نے فرمایا:

۱۔ ہر شخص کا قد وقامت اس کی کوبیاں ہیں۔

۲۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو خدا کی رحمت سے ناامید ہو رہا ہے حالانکہ استغفار (توبہ کا وسیلہ) اس کے ساتھ ہے۔

۳۔ کتنے ہی عالم ہیں جنہیں ان کی جہالت تباہ کردیتی ہے اور جو علم ان کے پاس ہوتا ہے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

۴۔ جو گناہ سے مغلوب ہوگیا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوا۔

۵۔ دنیا کے سارے رشتے توڑ لو اور تقویٰ کی زادراہ سے اپنے آپ کو قوت پہنچاؤ۔

۶۔ بخل تمام برے اعمال کا جامع ہے۔

۷۔ جس بات کا علم نہ ہو وہ مت کہو۔

۸۔ لذات دنیا سے کنارہ کش رہو۔

۹۔ ہر چیز پر قناعت کر لی جائے، کافی ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ لوگوں کے طور طریقوں میں ان سے میل جول رکھنا ان کے شر سے بے خوف کر دیتا ہے۔

۱۱۔ جو شخص اپنی قدر و قیمت پہچانتا ہے وہ اپنی نفسانی خواہشات کو ہیچ سمجھتا ہے۔

۱۲۔ دوسروں کی جس بات کو تم ناپسند کرتے ہو اس سے خود اجتناب کرو۔

۱۳۔ دنیا دھوکا دیتی ہے نقصان پہنچاتی ہے اور گزرتی چلی جاتی ہے۔

۱۴۔ خوف خدا اخلاق کا رئیس ہے۔

۱۵۔ بسا اوقات بات حملے سے زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

۱۶۔ اپنے غرور کا سر نیچا رکھو اور تکبر کا بوجھ سر سے اتار پھینکو اور اپنی قبر کو یاد کرو۔

غرض کہ اس طرح کے ہزاروں اقوال نہج البلاغہ میں موجود ہیں۔ جو فلسفہ تصوف و عرفان کا منبع ہے اور ایران و ہند کے صوفیاء کے اقوال کو جلا دینے کے لیے کافی ہیں۔ اس طرح عرفانی شاعری کی اساس بھی سنائی سے آج تک شعراء کے کلام میں نہج البلاغہ کی تشریح نظر آتی ہے جس کے لیے ایک مختصر مقالہ نہیں بلکہ کتابیں درکار ہیں۔